

اس نے میرے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر کہا..... ”یار وقت کی حیثیت کیا ہے؟ نہ گز رنا چاہے تو گزارنہیں جا سکتا گز رنا چاہے تو یوں جاتا ہے یوں۔“

میں آخری بار ان کا چہرہ دیکھا اور بولا ”کیا آپ کو علم نہ تھا کہ آپ دو زندگیوں سے کھیل رہے ہیں؟ اتنے سارے فلفے اتنے سارے علم کے باوجود۔“

”ہاں اتنے سارے علم کے باوجود میں اپنے فعل پر قادر نہ تھا یہ علم کا سب سے بڑا لیے ہے میرا نہیں“

میں کار سے اتر اوسی نے پا تھہ بڑھا کر کہا قوم ہاتھ نہیں ملا وہ آخری بار ہے؟“

”میں گرم جوشی سے اس کا با تھہ پکڑ لیا ٹھہر سر سر مائی ڈارنگ سر۔“

”یقین ماننا اس گناہ کے علاوہ میری سلیٹ بالکل پاک ہے اور اب مجھے اس گناہ پر افسوس بھی نہیں شاخیں جب تک کالی نہ جائیں درخت تن آور نہیں ہوتا۔“

ہم دونوں دری تک ہاتھ ملائے ٹھہرے رہے پھر اس نے پورے زور سے Accelerator کو دبایا اور چاندنی رات میں گرداؤ اتاوارث روڈ سے باہر نکل گیا۔ اس وقت گاڑی تیز چلانے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔

جس وقت میں روشن کی پھوپھی کے گھر سے اکلا روشن میرے پیچے پیچھے آ رہی تھی۔

”پھر جی؟۔“

”تم فکر نہ کرو میں خود افتخار کو لینے ائیر پورٹ جاؤں گا۔“

”اچھا جی۔“

میں کئی دنوں بعد روشن سے ملنے پھوپھی کے گھر گیا تھا۔

وہ میرے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی اور میں پیچھے دیکھے بغیر انگل آڑن کے سفید پھانک کی طرف بڑھ رہا تھا۔

”میں سوچتی تھی جی کہ کہ میں بھی چلتی آر پورٹ آپ افتخار کو کیسے پہچان سکیں گے۔“

یکدم مجھے خیال آیا کہ واقعی میں افتخار کو کیسے پہچان سکوں گا؟

”آپ تکلیف نہ کریں میں پھوپھی جان کی کار میں وہاں پہنچ جاؤں گی وقت پر۔“

افتخار اپنے گھروں کو اولادیے بغیر پندرہ دنوں کی چھٹی پر آ رہا تھا خطوں میں اتنی بات طے پائی تھی کہ وہ اچانک آئے گا اور کراچی سے ہمیں لیکس دے کر مطلع کر دے گا۔ اس کے بعد کچھ قانونی کام تھے۔ یعنی افتخار کا روشن کے ساتھ نکاح اور میرا روشن کو طلاق دینا یہ سارے کام نہیں کئے گئے اپنے گھر موچی دروازے طلے جانا تھا مجھے اپنے گھر ساندہ کلاں میں اور افتخار کی روانگی تک روشن کو وہیں پھوپھی کے گھر ٹھہرنا تھا۔ ساری سکیم میں گھر گی پھوپھی شامل تھی لیکن بار بار اس کا تقاضا ہوتا کہ کہیں بات نکل نہ جائے وہ روشن کی مدد کرنے کو تیار تھی بلکہ مغربی فلمیں دیکھ دیکھ کر اسے حالات میں بڑا مزما اور excitement کا موقع مل رہا تھا لیکن وہ موچی دروازے والے رشتے داروں سے ڈرتی بھی تھی۔ اس لیے تمام معاملے کو چوری چھپے نہیں کے درپے تھی۔

جس وقت افتخار کو لینے ائیر پورٹ پہنچا کر اپنی جانے والی سواریاں انکو اڑی سے لے کر اندر جانے والے چھوٹے دروازے تک بھری پڑی تھیں گوٹے کے ہار پہنچے ہوئے پر دیکی اور ان کی بر قعہ پوش دار عورتیں کراچی سے آنے والی سواریوں کو

خوش آمدید کہنے اور ساتھ لے جانے والے لوگ گرمی کے باوجود سمر سوٹ پہنے ہوئے بنس میں فیشن بیبل لڑکیاں اور ٹینیشی بکس اٹھائے ہوئے عورتیں بیورو کریٹ اور ان کے سمو ناگیر کے بیگ شلوار قمیض کے عوامی لباس میں نوجوانوں کا سر پھر ایک طبقہ یونیفارم میں ٹاکی پھیرنے والی عورتیں سیکوریٹی کے افسر، سفید وردیوں والے پاسیلٹ ہری شلوار آٹی گلابی قمیض اور پرنٹ کے دو پٹوں میں اترتی ہوئی ایئر ہو سٹیس، ار پورٹ دیکھنے کا شوق رکھنے والے بچے نمائش جسم دکھانے والی ڈبلپلٹی لڑکیاں سب جگہ لوگ ہی لوگ تھے۔

ایئر ہو سٹس لڑکیاں ان شہروں کے متعلق سوچتی نظر آتی تھیں جہاں سے وہ ابھی آئی تھیں اور جہاں کے لیے انہیں ابھی روانہ ہونا تھا بیورو کریٹ حسب عادت بار بار گھڑی دیکھ کر سامان کے tags سے متعلق سوچ رہے تھے فاٹکیں، گھر بیلوں ابھیں سفر کا شیڈول ان کے ذہن اور چہرے پر سوار تھا پاسیلٹ سفید موروں کی طرح اتر اہمث سے چل رہے تھے انہیں اپنی الہمیت کا احساس تھا کہ ان کے بغیر کوئی جہاز کہیں جانے کا اہل نہیں عورتوں کو گرمی لگ رہی تھی میک اپ کی تھہ تلے بر قعوں کے اندر بیٹ والی شلواروں میں پیدا والی باؤسوں کے اندر مردوں کو تھری پیس سوٹوں کی وجہ سے گرمی لگ رہی تھی پھنسی ہوئی ٹانی اور لاستک والے اندر روئیر کی وجہ سے کوٹ کی بغلوں کے نیچے اور کلائی پر بندھی ہوئی ٹینیں لیس سٹیل کی گھڑی تلے پیمنہ آرہا تھا سب جگہ لوگ تھے۔ ہر انسان کے ساتھ کچھ و قمی پچھہ طبقاتی کچھ اس کی عمر کے حساب سے جکڑنے والے مسائل تھے کوئی آدمی آزاد نہ تھا۔

ان ہی میں ایک روشن بھی تھی جس جنگلے کے پار مسافروں کے سوائے اور کوئی نہیں جاتا وہاں روشن بھی تھی جنگلے پر ہاتھ رکھ کر گھڑی تھی اس نے بڑھے ہوئے پیٹ کو چھپانے کے لیے ٹانے کی سفید چادر ایسے اوڑھ رکھی تھی کہ پیٹ اور بھی نمایاں ہو گیا تھا چہرہ پہلے سے کہیں زیادہ زرد تھا اور اب دونوں گالوں پر چھائیاں دھبوں کی

صورت نظر آتی تھیں۔

”میں نے پتہ کر لیا ہے فلاٹیف وقت پر آ رہی ہے۔“ میں نے روشن کے قریب اکر کہا۔

وہ چپ رہی۔

”مبارک ہو۔“

اس نے نظر میں جھکا لیں۔

”اب کیا ہو گا۔“

کچھ دیر کے بعد اس نے بغیر نکاہ میں اٹھائے کہا۔

”تم باہر چل کر ہوائی جہاز اترتے دیکھنا چاہتی ہو۔“

”دنیمیں جی باہر بہت گرمی ہے۔“ اس نے رومال سے اپنے ہوتھوں کے مالی

والا حصہ کو پوچھا۔

”اچھا تو میں انتظار کر لیں۔“

اس وقت اندازہ منٹ ہوئی کہ کراچی سے آنے والا ڈی سی ٹین لینڈ کر گیا ہے ہم دونوں عمارت سے باہر نکلنے لگے۔

”اب کیا ہو گا جی؟.....“ اس نے میری طرف دیکھے بغیر پھر کہا۔

میں نے سگریٹ سلاگایا مباکش لیا اور کہا۔ ”تمہارا نکاح ہو گا اور کیا ہو گا۔“

”ہاں جی وہ تو ٹھیک ہے پر.....“

ہم دونوں آہستہ آہستہ بیرونی راستے کی طرف چلنے لگے۔ وہ بار بار چہرہ پوچھ رہی تھی۔

”آپ کئی دن سے آئے نہیں.....؟“ روشن نے سوال کیا۔

”صحیح میں ریڈ یو شیشن چلا جاتا ہوں اور شام کو.....“ میں چپ ہو گیا۔

”اور شام کو؟۔“

”شام کو سائیں جی کی طرف۔“

میں نے روشنگویہ بتانا مناسب نہ سمجھا کہ میں ہر روز باقاعدگی کے ساتھ سائیں جی کے پاس جاتا ہوں پھر سائیں جی مجھے ساتھ لیکر ٹیلوں کی اوٹ میں چلے جاتے ہیں وہاں سائیں جی کی قبر میں بیٹھ کر ہم دونوں گھنٹہ بھر پاس انفاس کرتے رہتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز کے بعد سائیں جی قبر میں بیٹھ کر تلاوت شروع کر دیتے ہیں اس وقت میں ان کے پاس نہیں پوتا۔ لیکن قبر کے دہانے پر بیٹھا پر ہتا ہوں مجھے آخری سیرھی پر بیٹھ کر خالی الذہن ہونے کی پریکش کرنی پڑتی ہے۔ تجد کے وقت تک مجھے جنگل کی طرف سے لاکھوں آوازیں آتی ہیں پھر فجر کے بعد اتنی خاموشی ہونے لگتی ہے کہ اپنے دل کی ڈھڑکن بھی گھڑی کی لکھ لکھ جیسی خالی دیتی ہے سارے مسام کھڑے رہتے ہیں فتنوں میں کئی قسم کی خوبیوں آتی ہے اور لامگتا ہے کہ عین گدی کے پیچھے کوئی آہستہ آہستہ اپنے پھر پھر ارپا ہے میں نے ان پروں کا ذکر سائیں جی سے کیا تزوہ بولے۔ دیکھو بیٹا پیچھے مر کرنہ دیکھا ورنہ دیوانے ہو جاؤ گے عموماً یہ موت کے پروں کی آواز ہوتی ہے اگر تم موت کے حضور خوف زدہ نہ ہو تو وہ تمہارا کچھ بگاڑنہیں سکتی۔“

”لیکن سائیں جی پروں کی آواز مجھے ذکر کرنے نہیں دیتی۔“

”تم کو معلوم نہیں اس وقت فرشتے آسمانوں سے اترتے ہیں کچھ فرشتوں کو رزق تقسیم کرنا ہوتا ہے۔۔۔ کچھ فرشتے خوشیاں با نئے نکلتے ہیں کچھ اسرار درموز سکھانے آتے ہیں نسل انسانی کو حکمت الہی سے شناسا کرنے بھی کئی یہاں آتے ہیں موت کا فرشتہ اپنی سواریوں کو تکنے کے لیے نکلتا ہے تم کو مر کرنہیں دیکھا ورنہ ختم ہو جاؤ گے۔“

”اچھا سائیں جی.....“ ان باتوں کا ملاقاً تاؤں کا ذکر کروشن سے بالکل بیکار ہے وہ مجھ سے ایک قدم پیچھے چل رہی تھی۔

ہم دونوں ادھر آگئے جہاں لیکسی شینڈ ہے اور کراچی آنے والی سواریاں اترتی

ہیں چونکہ ڈی سی ٹن آیا تھا اس لیے سواریاں میلے کی طرح اتریں بہت انتظار کے بعد سامان پہنچا اور لوگ لدے پھندے رخصت ہونے لگے۔ دوسری مسقط کویت اور سعودی عرب سے آنے والے کماؤ لوگوں کا عجیب عالم تھا ان کے ہاتھوں میں ریڈ یو ٹیپ ریکارڈر گلے میں کیمرے جسم پر فرنگی جیکھیں، بازوؤں سے لٹکتی تمیس اور خوبصورت کبل کلائی پر کئی کئی گھڑیاں تھیں وہ باہر کے ملکوں میں کام کرنے کی وجہ سے خود اعتمادی کا ڈھیر نظر آتے تھے اور انہیں اپنے رشتہ دار خوشامد یوں کی طرح آگے بڑھ بڑھ کر سلام کر رہے تھے۔

بہت بعد میں افتخار آیا۔ وہ بھی جلد پٹک لوگوں کی طرح سامان سے لدا ہوا تھا۔ جب وہ میرے قریب پہنچا تو میں نے اس کے ہاتھ سے ہمراوس پکڑ لی اور کیمرہ اس نے روشن کے گلے میں لٹکا دیا وہ بہت خوش تھا۔
”آپ نے بہت تکلیف کی میں خود پہنچ جاتا۔“
”کوئی بات نہیں۔“

روشن اور میں ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور وہ ہم دونوں سے کچھ ہڑکر چلنے کی کوشش کر رہا تھا جس وقت میں ٹیکسی والے سے جھگڑا کرنے لگا تو افتخار نے فوراً مدافعت کی۔ ”لتنے پیسے مانگ رہا ہے۔؟“

”یہ ساتھ گلبرگ ہے اور یہ میں روپے مانگ رہا ہے۔“

”کوئی بات نہیں سرکل چھ سات روپیال کی تو بات ہے چلیں۔“

میں شرمندہ ہو گیا۔ ہم تینوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے وہ میرے اور روشن کے قانونی رشتے کو مد نظر رکھ کر آگے بیٹھا۔ سارے راستے ایک بار بھی اس نے روشن کی طرف نہیں دیکھا۔ بلکہ پیچھے منہ کر کے صرف مجھ سے باقیں کرتا رہا۔

”لیچ ریکارڈ میں اپنے چھوٹے بھائی کے لیے لا یا ہوں اس نے مجھے کئی خط لکھے تھے۔ یہ دیکھنے بالکل Latest فیشن ہے میں نے کہا ایک بارے Stereo

جانا ہے اچھا لے جانا چاہیے قیمت کی میں نے کبھی پوچھیں کی یہاں تر موس کی کیا قیمت ہے۔“

میں نے اندازے سے ترموس کی قیمت بتائی۔

”مجھے تو اسی ریال میں ملی یہ دیکھئے ایسے پانی نکلتا ہے،“ اس کے کہنے پر میں نے تھرموس کی مکینٹکل ٹوٹی دبا کر دیکھی۔

”پہلے میں یوشیکا کا کیمرہ لانے لگا تھا۔ پھر خیال آیا پولورائیڈ ٹھیک ہے فٹ تصویر کھینچنوفٹ تیار ہو جائے۔ آپ ایسے ہی رہیں میں آپ کو دیکھاتا ہوں ابھی۔“

اس نے روشن کے گلے سے کیمرہ اتنا کر چلتی گاڑی میں تصویر کھینچی۔ تصویر کیمرہ سے نکلتے ہی تیار تھی آہستہ اس کے رنگ گہرے ہونے لگے۔ پھر اس نے وہ تصویر مجھے پکڑا دی۔

شادی کے بعد روشن کے ساتھ یہ میری پہلی فوٹو تھی۔
تصویر میں روشن گہرا تی ہوئی نظر آتی تھی۔

”کمال ہے.....“ میں نے حیرت سے کہا۔ ”ابھی تصویر کھینچی اور فوراً کیمرے میں ہی Develop بھی ہو گئی۔“

”اب تو جی جدے سارے لوگ Instant کیمرہ خریدتے ہیں یہاں پر اس کا نیکوں جائے گا۔“

”معلوم کرنا پڑے گا شاید ملتا ہو شاید نہ ملتا ہو“ میں نے لجاجت سے کہا۔

گھر پہنچ کر ہم دونوں سعودی عرب کی دولت، پیروںی ممالک سے اس کے سیاسی تعلقات، پاکستان کی اور جدہ کی قیمتوں کا موازنہ مغربی کلچر کا اسلامی ممالک میں اتراء اسلامی قدروں کی بے حرمتی اسرائیل کی ویسٹ بنک کے معاملے میں ڈھنڈائی اور پی ایل او کی باتیں دریک کرتے رہے۔ پھوپھی جان خصوصاً گلبرگی

خاتون تھیں اور چھٹی ان پڑھ تھیں محض اپنی دولت کی وجہ سے گفتگو میں شریک رہیں
روشن سارا وقت خاموش تھی۔

شام کی چائے کے بعد میں نے اجازت چاہی تو سب چپ ہو گئے۔

”پھر اب؟.....“ نوجوان پلی پلاٹی پھوپھی نے سوال کیا۔

روشن نے لمحہ بھر کونگا ہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا۔

”اب تو مجھے فاروق صاحب سے بات کرنا پڑے گی۔“ پھوپھی بولی۔

”تو ابھی تک آپ نے ان سے بات نہیں کی۔“ انتشار نے خوفزدہ ہو کر سوال

کیا۔

”نہیں کی تو ہے کی تو ہے لیکن اب پوری طرح arrangement

”اگر کسی نے مجھے ایسے پورٹ پر دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی۔“ انتشار نے
نک میں انگلی پھیر کر کہا۔

”نہیں کل ہی سب کچھ ہو جانا چاہیے۔“ پھوپھی نے اپنے سونے کے چوڑے
پر ہاتھ رکھ کر جواب دیا۔ کیوں قوم؟“

”جیسے آپ کہیں۔“

میں کئی دنوں سے جانتا تھا کہ انتشار روشن کو لے جانے کے لیے آ رہا ہے لیکن پھر
بھی مجھے محسوس ہوا کہ سب کچھ بہت آناؤنا نا ہو رہا ہے۔

”آپ کسی وکیل سے مل کر طلاق کے قانونی کاغذ تیار کروالیں۔ ایک دو دن
میں۔“

یکدم روشن کا چہرہ پہلے سے زیادہ پیلا ہو گیا اور اس کی چھائیاں نمایاں ہو کر
چہرے پر پھیل گئیں۔

”دیکھنے ناں قوم صاحب۔ یہ بہت بڑا قدم اٹھا رہی ہے روشن۔ ہمارے

خاندان میں پہلے ایسے کبھی نہیں ہوا اگر موچی دروازے یہ خبر پہنچ گئی تو کہرام مج
جائے گاروشن کی ماں تو زہر کھالے گی۔“

”اس وقت میں روشن کا صاف ہوں میرا خیال ہے کوئی اور صورت ممکن
نہیں۔“

”پھر بھی بھائی مختار بات نہ لٹکے“ اس نے افتخار کو مناطب کر کے کہا۔

”دیکھئے میں تو آپ کے پاس ہوں آپ چاہے زنجی پاؤں میں ڈال کر مجھے
باندھ رکھیں باقی قیوم صاحبِ مالک ہیں یہ اگر کسی سے بات کرنا چاہیں تو میں
انہیں مجبور نہیں کر سکتا۔“

”آپ ان کی طرف سے بے فکر ہیں،“ پہلی بار روشن نے جواب دیا۔

جب نکاح کی تفصیلات طے پائیں تو یکیدم روشن کی پھوپھی بولیں لیکن
روشن ایک لا جھن میری بھی ہے میں نے تمہاری دل و جان سے مدد کی ہے تم تو
جده میں آرام کرو گی عیش کرو گی گھروالوں سے مجھے ہی بھلکتا پڑے گا تمہارے
بعد۔

روشن کا چہرہ لختہ بے لخطہ پھیکا پڑتا جا رہا تھا۔

”آپ فرمائیں آپ کی کیا الجھن ہے آپ کی الجھن کو بھی ہم خلاص کریں
گے۔“ افتخار نے کہا۔

”بس جس وقت نکاح ہو جائے افتخار اپنے گھر چلا جائے اور روشن قیوم کے
ساتھ چلی جائے کسی کو علم نہ ہو کہ نکاح میرے گھر میں ہوا ہے“ پھوپھی نے
چہرے کو کاغذی رو مال سے پوچھ کر کہا۔

”لیکن کبھی نہ کبھی تو یہ بھید کھلے گا“ افتخار بولا۔

”ہاں کبھی نہ کبھی تو ٹھیک ہے لیکن جب تک روشن پاکستان میں ہے یہ بات نہیں
کھلنی چاہیے۔“

”میں قیوم صاحب کے ساتھ چلی جاؤں گی.....“ روشن نے مری ہوئی آواز میں کہا۔ ”کیوں قیوم صاحب؟“
”تحیک ہے..... بالکل۔“
”خلاص..... خلاص..... اب کل تک یہاں پک بند.....“ انقا نے خوش دلی سے کہا۔

ساتھ ہی اس نے اپنی کلائی سے بندھی ہوئی چھ گھڑیوں میں سے ایک گھڑی اتار کر میری طرف بڑھائی۔ ”قیوم صاحب یہ گھڑی باند لیں Digital گھڑی ہے سر بالکل نیوڈیز آئن گی۔“
”مجھے گھڑی کی ضرورت نہیں..... یہ دیکھنے یہ بندھی ہوئی ہے شکریہ۔“
میں کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر جدہ الہ پورٹ کی باتیں سنتا رہا..... اور پھر رخصت ہو گیا۔

ساہیں جی اس روز ڈیرے پر موجود نہیں تھے۔ میں بھی جانتا تھا کہ مغرب کے بعد وہ کہاں ہوتے ہیں کئی دن سے میں ٹونا ٹونا بکھرا ہوا ان کے پاس پہنچتا قبر میں بیٹھ کر پاس انفاس کے وقت مجھ سے کئی غلطیاں ہو جاتیں لیکن ساہیں جی جھڑ کنے والے آدمی نہ تھے وہ مجھے ساید ما بعد کا سچا مالک سمجھ کر میری رہبری کر رہے تھے لیکن میں تمام ترمومتر کے شکنے میں تھامیرے تمام خواب جا گتے کی سوچیں میرے خیالی خواب موت کے متعلق ہوتے کبھی بھی میں موت سے اس درجی خالف یوجاتا کہ بیٹھے بیٹھے میرا سارا وجود پینے میں بھیگ جاتا اور میری پتلیاں خوف سے گھونٹے لگتیں میں نے ریڈ یوشیشن پر اچانک استھنے داخل کر دیا تھا۔ اب مجھ سے موڑ سائکل نہ چلتی تھی مجھے لگتا تھا کہ اگلے موڑ پر اچانک میں کسی بس ٹیکسی یا کار سے بھر جاؤں گا روشن کو لاق سینے کے بعد بھی اس کا تمام سامان میرے گھر میں موجود تھا

بھائی مختار اور صولت بھا بھی کچھ نہ جانتے تھے روشن کے گھر والوں کو معلوم نہ تھا کہ ان کی بیٹی کو طلاق ہو گئی ہے

اس روز سائیں جی کے پاس پہنچتے پہنچتے میر انسان اکھڑا ہوا تھا۔
”آ جاؤ اندر.....“ قبر میں سے آواز آئی۔

میٹھیوں کے باہر جوتیاں اتار کر میں اندر چلا گیا اگر بُتی کی خوبیوں آرہی تھی۔ ایک اور باریش بزرگ سائیں کے پاس بیٹھے تسبیح پھیر رہے تھے اس نورانی بزرگ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے بیٹھنے کو کہا۔

آج سائیں جی جسم اور روح کے اعتبار سے بہت چھوٹے لگ رہے تھے۔
موت سے بہت ڈرتے ہو؟ نئے باریش بزرگ نے سوال کیا۔
میں نے اشیات میں سر ہلایا۔
”فنا کے بغیر بقا کے آرزو مند ہو؟“
میں نے کوئی جواب نہ دیا۔

”موت انسان کی محنت ہے..... نہ تو اس زندگی کو کتنی پائیداری ہوتی جس میں حزن و ملال کے سوا کچھ نہیں.....“ نورانی بزرگ بولے
”جی.....“

سفیدریش والے بزرگ نے میرا ہاتھ تھام لیا۔
”تمجاہ ساتھ چلو گے؟“

میں نے اپنے سائیں جی کی طرف دیکھا وہ آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔
”کہاں جی؟.....“ میں نے سوال کیا۔

”کہاں پوچھنے والا تیار نہیں ہوتا..... باہر چل کر بیٹھو.....“

”جاو.....“ سائیں جی نے آہستہ آہستہ سے کہا اور پھر انکھیں بند کر لیں۔
میں عشاء کی نماز تک باہر بیٹھا رہا لیکن قبر کے اندر سے کوئی آواز نہ آئی پھر جنگل

کی طرف سے گیدڑوں کی آوازیں آئی شروع ہو گئیں۔ اور جب آسمان پر شیزی بولی تو قبر سے آواز آئی۔

”یہاں آؤ۔“

میں ڈرتا اندر چلا گیا۔

سائیں جی اکیلے بیٹھے تھے قبر میں سوندھی مٹی کی خوبصورتی اور اکلوتی موم بنتی میں سائیں جی کے تین سائے دیوار پر پڑ رہے تھے۔

”بیٹھو.....“

میں دوزا نو بیٹھ گیا۔

”آج تم نے بہت بڑا موقع گنوا دیا پیر و مرشد کے ساتھ چلے جاتے تو عاقبت سنو رجاتی۔“

”میں ڈر کیا تھا۔“

”ٹھیک ہے..... اب اگلی جمعرات کو یہیں اس لڑکی کا دیدار ہو گا جس کا تم نے ذکر کیا ہے اگر چوک گئے تو ساری عمر کے لیے مجبہ ہو جاؤں گے حواس قائم رکھ تو اس سے فیض حاصل ہو گا..... تیار ہو.....“

”جی تیار ہوں۔“

”دیکھ لوعرفان اور دیوانگی میں بس ایک حواس کا فرق ہوتا ہے..... حواس قائم رہیں تو عرفان نہ رہیں تو دیوانگی تیرہو۔“

”جی تیار ہوں۔“

نکاح بہت خاموشی کے ساتھ ہوا اس کے بعد افتخار اپنے گھر موچی چلا گیا۔ اور روشن میرے ساتھ ساندہ کلاں آگئی۔ وہ اور میں سارا رستہ خاموش رہے۔ گھر پہنچنے ہی اسے تے شروع ہو گئی بار بار وہ غسل خانے جاتی اور واپس آخر نہ ہال لیٹ

جاتی۔ میں بھا بھی صولت کو اس کی حالت کی متعلق کچھ بنانا چاہتا تھا۔ میں روشن کو بتائے بغیر ڈاکٹر سے دوایلنے چلا گیا۔

پھر ہم دونوں فروعی کے علاوہ کوئی بات نہ ہوئی۔ کچھ وینزے اور پاسپورٹ کی باقی سامان چھوڑنے اور رکھنے کے امور کچھ بدنامی کے خدشات کبھی کبھی ماں باپ اور پاکستان چھوڑنے کا غم زیرہ ذکر رہا۔ لیکن قفل دونوں طرف سخت لگا تھا۔ دوسرے دن مغرب کے وقت روشن کو افتخار کے ساتھ جدہ روانہ ہونا تھا اپنے گھروالوں سے افتخار نے جدہ والپس جانتے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ میرے گھر میں سوائے میرے اس حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں تھا۔

یہ روشن کی میرے گھر میں آخری رات تھی ہم دونوں کے پنکھوں میں ڈیلڈھٹ کا فاصلہ تھا لیکن وہ اور میں دم سادھ چپ کیتھے تھے پتہ نہیں کیا سوچتے ہوئے مجھے نیند آگئی پھر مجھے ایسے لگا جیسے کسی نے میرے بازو پر برف کی قاش رکھ دی۔ میں نے آنکھیں کھولیں روشن میرے پنگ پتیجھی تھی اس کا بھاری پیٹ اس کی گود میں تھا اور تھنڈی انگلیاں میرے بازو پر تھیں۔

”کیا بات ہے روشن؟“

”میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی..... شاید کل وقت نہ ملے۔“

آنوساں کی آنکھوں سے بلا تکان گر رہے تھے۔

”آپ بڑے اچھے آدمی ہیں اگر آپ میرے بچے کو قبول کر لیتے تو..... تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتی۔“

زندگی میں پہلی بار ایک تھنڈا جھونکا میرے ہندول میں گھس آیا۔

”تم..... تم یہاں رہنا چاہتی ہو میرے پاس۔“

”آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں۔ آپ نے مجھے سب کچھ دیا اور پلٹ کر کچھ بھی نہیں مانگا.....؟“

”صرف احسانات؟.....“ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

یکدم اس کی آنکھوں کے جھرنے بند ہوئے۔

”اگر..... اگر میں تم کو نہ جانے دوں روشن تو..... تو افتخار کو بھلا سکو گی؟“

اس نے نظریں جھکایں۔ ”جی نہیں..... یہ ممکن نہیں۔“

میں نے آخری بار کسی کو زخم عطا کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہا۔

”پھر یہاں رہنے کا فائدہ؟ حاصل یہاں رہنے سے۔“

”آپ مجھ سے ناراض ہیں؟..... دیکھئے تاں میں یہاں رہ سکتی ہوں ساری عمر آپ کے پاس۔ لیکن افتخار کو نہیں بھلا سکتی حالانکہ..... وہ آپ کی جوتیاں جیسا بھی نہیں۔“

میں نے اٹھ کر کھڑکی بند کر دی گئے تالے کی متغیر ہوا کے کی طرح میرے جبڑے پر پڑی اور گزر گئی۔

”سو جاؤ..... یہ باقی فضول ہیں۔ ایسی باتوں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔“

کچھ سڑکیں جب شہر سے باہر لگتی ہیں تو کافی فاصلے تک پکی اور مضبوط انظر آتی ہیں۔ پھر ان کے کنارے بھرے بھرے ہونے لگتے ہیں جا بجا گذھے نظر آتے ہیں اور پکی سڑک کچھ راستے بدلت جاتی ہے ایسا راستہ جو بارش میں کچھڑا اور دلدل میں بدلت جاتا ہے کچھ دور جا کر یہ کچھ راستہ جھاڑیوں میں کھیتوں کے دہانے پر ختم ہو جاتا ہے یہ سڑکیں کسی گھر کسی شہر کی محلے کو نہیں جاتیں بس یوں ہی شہر چھوڑ کر دم سا چھوڑ دیتی ہیں۔

میں بھی ایک ایسی ہی سڑک تھا۔ شادی سے نکل کر نہ جانے مجھے کہاں جانا تھا؟ اس وقت مجھے روشن میں سیکی، عابدہ، احتل اور جانے کون کون نظر اڑا تھا سامنے پیٹھی ہوئی گا بھن عورت سے میری کوئی جان پہچان نہ تھی ساری عمر میں نے عورتوں کے ادھ کھلے دروازوں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی لیکن اندر والوں نے کبھی آواز دے

کرنہ بلایا۔

”آپ کیا سوچتے ہوں گے۔“ روشن بالآخر بولی۔

”میں کچھ نہیں سوچتا روشن..... کبھی کبھی صرف اتنا کہ کاش تم نے مجھے ایک رات دھوکے میں رہنے دیا ہوتا..... کاش صرف ایک رات کے لیے کسی کا جسم کسی کا دل ایک وقت میں میرا ہوتا۔“

”آپ رور ہے ہیں جی؟“ روشن نے اپنا دوپٹہ اٹھا کر میری گال سے لگا دیا۔

”میں کیا کرتی جی میرا دل کا ہے۔ میرا جسم میں اس کی روح پل رہی ہے میں آپ سے کیسے جھوٹ بولتی۔“ مجھے احتل نے یہ نہیں بتایا تھا کہ باکرہ لڑکی وہی قلبی طور پر باعصمت ہی نہیں ہوتی۔ سچی بھی ہوتی ہے کاش اس نے صرف ایک رات کے لیے مجھے جھوٹ کی زندگی بسر کرنے دی ہوتی۔

”میں..... آپ جیسے اچھے انسان کو کیسے اتنا بڑا..... فریب دے سکتی تھی؟.....“ وہ چپ ہو کر اپنے پلنگ پر جا بیٹھی۔

میں نے تکے پر سر ڈال دیا لیکن نہ میں ساری رات سویا نہ اس نے آنکھ بند کی چونکہ ہم میں قانوناً اور شرعاً کوئی رشتہ باقی نہ رہا تھا۔ اس لیے ہم انسانی کش کے تحت ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے تھے۔ جیسے کسی جہاز کے باسی جہاز برو ہونے کے بعد کسی جزیرے میں رہنے لگیں اور نسل قوم مذہب کی تمام زنجیریں ٹوٹ کر انہیں نئے رشتہوں میں پرو نے لگیں۔

میں نے اسے آہستہ آہستہ اپنے گاؤں کے متعلق بتایا کیسے چندر اکی آبادی کفر کے ہاتھوں بے آباد ہوئی کیتوں کھلیاں نوں کی سفیدی کیسے ہریاں چاٹ گئی۔ اور ڈھور ڈنگر انسان سب چندر اچھوڑ کر چلے گئے پھر میں..... اسے عزیز گاتن کے متعلق

اس کی ماں کی زندگی کے متعلق ایسی تفصیل سے باتیں سنانے لگا کہ میں خود حیران رہ گیا۔ میرا خیال تھا کہ مجھے وہ تفصیلات معلوم ہیں۔

”تمہارا کیا خیال ہے روشن..... کیا بد دعا سے بستیاں اجڑ جاتی ہیں۔“
”ہاں جی..... اجڑ جاتی ہیں۔“

پہلی بار روشن سے بات کرنا بہت آسان تھا وہ پہلو کے بل کہنی ٹیک کر اپنے پنگ پر لیٹھی ہوئی تھی اور اس کا پیٹ تھہر کیے ہوئے تھے کی طرح اس کے سینے کی طرف چڑھا ہوا تھا۔

”میں ایک فتحہ سکول سے لوٹی تو میری بابی جی ایک خط پڑھ رہی تھیں۔ میں نے خط کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے نہ بتایا بلکہ خط چھپا دیا۔ کبھی کبھی کتنا تجسس پیدا ہو جاتا ہے انسان میں۔ بھلا مجھے کیا لمانا تھا خط سے۔ لیکن آخر میں نے خط تلاش کیا اور پڑھا۔ وہ خط میرے خالو کا تھا۔ وہ خط ایسا تھا جو انہیں بابی جی کو لکھنا نہیں چاہیے تھا۔ مجھے خط پڑھنے کے بعد اسے وہیں چھپانا چاہیے تھا۔ بابی جانتی اس کا کام جانتا۔ لیکن میں نے خط پکڑ کر اسی کو دے دیا۔ اسی نے ابو کو بتایا۔ ابو نے خالو کو طلب کیا۔ بابی بے چاری کا کوئی قصور نہیں تھا۔ پھر بھی وہ وہری گئی۔ دیکھتے دیکھتے اس کا نکاح کر دیا گیا۔ جس روز وہ رخصت ہوئی ہے مجھے کبھی وہ دون نہیں بھولتا۔ بابی میرے کمرے میں آئی اور بولی۔ کاش کمھوڑ تیرے ساتھ بھی ایسا ہو۔ تو بھی شادی کہیں کرنا چاہے ہو کہیں جائے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا تو کیا آپ خالو جان سے شادی کرنا چاہتی تھیں؟“

”خالو جان گئے بھاڑ میں۔ مجھے ان سے کیا لیما ہے؟۔۔۔ جہاں بھی میں چاہتی تھی وہاں تو تو نے نہیں ہونے دی تاں کم بخت!۔۔۔ اللہ تجھے بدله دے۔۔۔ آپ کا کیا خیال ہے۔۔۔ دوہن کی بد دعا زیادہ لگتی ہے کہ کنواری کی؟۔۔۔“
ہم دونوں کافی دیر تک ایسے ہی سوال ایک دوسرے سے پوچھتے رہے پھر میں

نے اسے اپنی ماں کی موت کے متعلق بتایا۔۔۔ یعنی کاسرا واقعہ سنایا، احتل کے قتل کی دستان سنائی۔۔۔ لیکن ابا کے متعلق میرے منہ سے ایک لفظ نہ لگا۔۔۔ میں اپنے بابا گدھ کی یادوں کو کسی کے ساتھ بانٹ نہیں سکتا تھا۔۔۔ مجھے لگتا کہ اس کی گمشدنگی یا موت میری اپنی گمشدنگی ہے میں اس کے ساتھ ہی کہیں کھو گیا تھا کہیں ختم ہو گیا تھا۔۔۔ آخری بار جب میں نے ابا کو دیکھا وہ تیری منزل پر اس محنت کے پاس کھڑا تھا جس میں سے کبھی ڈھوان نکلا کرتا تھا۔۔۔

کیا وہ عشق لاحصل سے دیوانہ ہوا؟۔۔۔ کیا وہ چاچا غلام کے ساتھ مل کر رزق حرام کھانے کا مرتبہ ہوا؟۔۔۔ کیا اسے موت کے انتظار نے پا گل کیا؟

ایئرپورٹ پر انفار موجود تھاروٹن کا سوت کیس اٹھائے ہم دونوں اس کے پاس پہنچ۔۔۔ اس وقت اس نے سارہ شلوار قمیض پہن رکھی تھی اور اس کے جسم پر کوئی سامان نہ تھا اناونسمت سے پہلے ہی وہ دونوں اوزر چلے جانا چاہتے تھے۔۔۔ کیونکہ کسی نہ کسی واقف کے مل کانے کا خطرہ تھا۔۔۔

جنگل کے پاس پہنچ کر انختار نے سادگی اور خلوص سے ہاتھ ملایا اور بولا ”آپ نے میری بہت مدد کی ہے سر۔۔۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔۔۔ کوئی اور ہوتا تو۔۔۔“

وہ چپ ہو گیا سعودی عرب کی کمائیاں جدے کے بازار پر دیں کی ایک اور Frequency کی اندگی اس کے دل کو مکمل طور پر مجبور نہ کر سکی تھی۔۔۔

”اگر آپ۔۔۔ عمرہ کرنا چاہیں تو جی خادم کے پاس رہیں ڈیڈھ گھنٹے کا تو راستہ ہے جدہ سے۔۔۔ بڑی اچھی ایئر کنڈیشنڈ بس چلتی ہے اشرکیہ العربیہ افقل راستے میں صرف ایک بار رکتی ہے میں ملکٹ بچھو دوں گا آپ ملکٹ کی فکر نہ کریں آپ بس آنے کا ارادہ کریں۔۔۔“

روشن چپ تھی اس کا چہرہ آج سو جا ہوا تھا اور چھائیاں گہری لگ رہی تھیں
”انشاء اللہ……“ بہت آہستہ روشن بولی۔

”انشاء اللہ……“ میں نے اس سے بھی آہستہ کہا۔

”میں تو مہینے میں ایک دو عمرے کھڑا کیتا ہوں…… آپ ضرور آئیں یہ میرا الیڈر لیں ہے…… آپ صرف مجھے لکھ دیں…… کب آنا چاہتے ہیں لیکن پہنچ جائے گی۔
میرے پاس دو کمروں کا گھر ہے قتل خانہ سادی زندگی ہے آپ enjoy کریں گے۔“

”اچھا۔“

اندر جانے سے پہلے انختار نے مجھے جھپٹی ڈالی اور میرے کندھے کر چوم کر بولا ”
مجھے بڑا افسوس ہے سر لیکن……“
اس کی موٹی موٹی آنکھوں میں آنسو آگئے اور وہ روشن کا بیگ اٹھا کر جلدی سے
جنگلے کے اس پار چلا گیا۔

روشن کھڑکی رہی کچھ لمبے کچھ سیکنڈ متذبذب حیران…… دکھ میں بھیگی ہوئی۔

ہمیں معلوم نہ تھا کہ ہمیں کیسے ایک دوسرے کو الوداع کہنی چاہیئے پھر وہ اندر کی طرف مڑی اور پلٹی۔…… یکدم ہم دونوں بغل گیر ہو گئے اس کا پیٹ درمیان میں حائل نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے ہونٹ اس کے سر پر پوست کر دیے اور اس کے آنسو میری تمیض میں جذب ہونے لگے۔

یہ کل دس بارہ سیکنڈ کا واقعہ ہو گا۔ لیکن اس کے جسم کا قرب عرصہ تم کیرے ساتھ رہا
میرے ہونٹ اس کے سر کو کتنی ہی دیر چوتھے رہے شاید میں بھی ہوائی جہاز کی سیڑھیوں پر اس کے ساتھ تھا۔

پھر اس نے آخری بارہاتھ ہلایا ہوئی جہاز کے پیٹ میں گھس گئی۔ اس کے بعد انختار نے اپنی اور اس کی سیٹ تلاش کی ہو گئی اسے کھڑکی کی جانب بٹھایا ہو گا۔ اس

کے پیٹ کا خیال کر کے بلٹ باندھی ہوگی۔ شاید اس کی کھڑکی سے جنگلے کے ساتھ کھڑے لوگوں کا ہجوم بھی نظر آ رہا ہوگا۔ لیکن اب افتخار کا بالوں بھرا بازو ائیر ہو سس کی اندازہ سمجھت کے بعد آخری سگریٹ بجھاتے ہوئے اسے چھورہا ہوگا۔ پلین کے اندر سنڈھی فوک میوزک سنتے ہوئے تمام مسافر ہوا کے لیے بنائے ہوئے Setducts کر رہے ہوں گے۔ افتخار نے بھی ہوا کارخ روشن کی طرف کر دیا ہوگا۔

ٹھنڈی ہوا..... افتخار نئی منزل..... ہمیشہ ٹھنڈی ہوا کا تازہ جھونکا..... ایک نئی منزل کی ائیر لکٹ..... زخم کتنی جلدی مندل ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں؟ اور پھر یہ تو کوئی زخم نہ تھا۔
ایئر پورٹ سے مجھے سیدھے سائیکل جی طرف جانا تھا۔ طے تھا کہ اس جھرات کو میں سیکی سے ملوں کا سماں میں جی وو دن پہلے سارا معاملہ طے کر چکے تھے اور وہ مجھ سے ملنے پر رضا مند تھی مجھے اس سے ملنے پر صرف ایک سوال پوچھنا تھا اس سوال کو میں کئی طور پر ذہن میں ترتیب دے چکا تھا۔ ”سیکی! اب تو تم مجھے اور آنتاب کو بہتر طور پر جانتی ہو ہتا اُگراب تمہیں ہم دونوں میں سے کسی کو پسند کرنا ہوتا کسے منتخب کرو گی؟“

جس وقت میں سائیکل جی کے ڈیرے کی طرف جا رہا تھا اندر ہی اندر میں سیکی کے جواب سے خوفزدہ تھا کیا وہ اسی طرح نیلی جیزیز پہن کر بازو پر کینوس کا تھیلا لٹکائے آئے گی؟ کیا اب اس کا جواب وہی ہو گا جو زندگی میں تھا کبھی کبھی مجھے خیال آتا کہ شاید مصری عورتوں کے احرام کی طرح وہ ایک سفید لباسے میں ہو گی سر سے پاؤں تک ڈھکیپھوئی اور چہ..... شاید وہ میرے سوال کا جواب دینا پسند نہ کرے؟

سائیکل جی کے ڈیرے پر مکمل خاموشی تھی اندر باہر کوئی نہ تھا صرف مغرب کی نماز کے بعد کا اندر ہیرا ساری جگہ چھالیا تھا دیرے سے پار سائیکل جی کی قبراب مجھے بلا

رہی تھی میں آہستہ آہستہ ادھر چلنے لگا ایک بات بار بار دل میں آڑ رہی تھی جسے میں دبانتا چاہتا تھا۔ اگر سیمی نے وہی جواب دیا جو وہ زندگی بھر دیتی الی تھی پھر؟

جس وقت میں سائیں جی کی قبر سے کچھ فرلانگ دور پہنچا تو مجھے احساس ہوا کہ اس طرف سے کچھ لوگ ارہے ہیں یہ لوگ ملکریوں میں چپ چاپ میرے پاس سے گزرتے گئے میں نے کسی کو سلام نہ کیا، نہ ہی کوئی مجھ سے مخاطب ہوا اندھیرے میں کچھ پتہ نہ چلتا تھا کہ یہ سب کون ہیں سائیں جی کی قبر سے کوئی ادھار فرلانگ ادھر بالکل خاموشی چھاگئی یہ جگہ ہمیشہ سے الیکٹریکی تھی لیکن تب مجھے اسی کاموٹی سے خوف آنے لگا اونچے اونچے ٹیلے پرانے زمانے کے ایسے جانوروں سے مشابہ نظر آئے جواب صفحہ ہستی پر موجود ہیں ہیں۔

جس وقرت میں قبر کے پاس پہنچا تو ایک کتتے نے اسماں کی طرف منہ اٹھا کر کہیں دور بین کیا۔

قبر کے اندر کو حصی ہوئی تھی اور یہ پتھر نے واپسی سے صیال غائب تھیں قبر کے اوپر تازہ مٹی کا دھیر تھا میں نے قبر کے چاروں طرف گھوم کر دیکھا۔ اندر جانے کے تمام راستے مسدود تھے اور قبرا یہ لگتی تھی جیسے ابھی ابھی بنائی گئی ہو۔ پھر قریب ہی سے کہیں سکیوں کی آواز آنے لگی۔ میں نے غور سے دیکھا ایک جھاڑی کے پاس سائیں جی کا کاص مرید منہ پر ہاتھ رکھنے کی آواز روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

” یہ قبر کو کیا ہوا اللہ دتے؟ ” میں نے پاس جا کر پوچھا۔

” بند ہو گئی ”

” کیسے کیسے؟ ”

” سائیں جی کل شام اندر عصر کی نماز پڑھ رہے تھے قبر دھنس گئی ہم نے ہم نے اسے کھولنا نہیں غائبانہ نماز جنازہ پر حادی یہی حکم تھا سائیں جی کا ایسے ہی فرمادیا تھا پیر مرشد نے انہیں تو وصال ہو گیا لیکن ہم کہاں